عنوان: مقدمات باغ و بہار: تقابلی تحقیق کی روشنی میں

(نو دریافت نسخہ باغ و بہار ۱۸۱۳ء رشید حسن خاں اور حامد بیگ کے خصوصی مطالعہ سے)

محمد اقبال

محمد خان اشرف

Abstract:

In this article, A comparative research analysis of the prefaces of A Newly discovered manuscript of Bagh o Bahar 1813,Rasheed Hasan Khan and Mirza Hamid Baig is presented.The purpose of this article is to critically evaluate the standard of research of the critics.A newly discovered manuscript of Bagh o Bahar 1813 is a great discovery.Rasheed Hasan Khan and Mirza Hamid Baig are prominent Urdu researcher and critics. Both of them have edited Bagh o Bahar and written a comprehensive preface. This article has encompassed the research and the critical analysis of the commonalities in the three prefaces of Bagh o Bahar by the critics.

فورٹ ولیم کالج سے پہلے اردو شاعری پھل پھول رہی تھی، بڑے بڑے شعرا اس زبان کی آبیاری کر رہے تھے لیکن اردو نثر کا وجود نہ ہونے کے مترادف تھا۔ڈاکٹر عُبیدہ بیگم (پ:1956) نے فورٹ ولیم کالج کے وجود کو اردو نثر کی تاریخ میں ایک سنگ میل قرار دیا۔[i]

فورٹ ولیم کالج کا یہ امتیاز اسے اس دور کے دیگر اداروں (فورٹ سینٹ جارج کالج ۱۷۱۷ء، کلکتہ مدرسہ ۱۷۸۰ء، سنسکرت کالج ۱۷۹۱ء وغیرہ) سے ممتاز کرتا ہے۔انھی تصانیف وتالیفات کی وجہ سے فورٹ ولیم کالج کا نام آج بھی زندہ ہے۔" باغ و بہار "فورٹ ولیم کالج کی شہرت دوام حاصل کرنے والی کتابوں میں سے سر فہرست ہے۔اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف انیسویں صدی میں ہی اس کے کئی زبانوں میں تراجم ہوئے، ملخص تیار کیے گئے حواشی لکھے گئے اور ہندوستان کے اندر اور ہندوستان کے باہر اس کے کئی ایڈیشنز شائع ہو چکے تھے۔[ii] ان سے اس کی شہرت کا اندازہ ہو سکے۔" باغ و بہار" کو ہر زمانے میں

زیر بحث لایا جاتا رہا ہے۔ "لینگوئسٹک سروے آف انڈیا" میں بھی اس کے کئی ایڈیشنز کا ذکر کیا گیا ہے۔[iii] ہندوستان کے باہر بھی اس کے نسخے طبع ہوتے رہے جن میں سے درج ذیل نہایت اہم ہیں:

۱۔ ڈنکن فاربس ۱۸۴۶ء لندن

۲۔ لندن ۱۸۴۹ء [ڈنکن فاربس]

۳۔ لندن ۱۸۵۹ء [ڈ۔ف، رومن حروف میں]

۴۔ ایم ولیم لندن ۱۸۵۹ء

اس فہرست سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ انیسویں صدی میں ہی اس کے کئی ایڈیشنز شائع ہو چکے تھے۔ فورٹ ولیم کالج کے ارباب اختیار کے ہاں بھی یہ کتاب بڑی مقبول اور ہر دل عزیز تھی۔ اس کا اندازہ پروفیسر جوزف ٹیلر (Capt.Joseph William Taylor) (1836-1902) کے اس بیان سے ہوتا ہے جو اس نے کالج کونسل کو ایل ایف سمتھ (Lewis Ferdinand Smith) کی انگریزی ترجمہ کی درخواست کے جواب میں دیا تھا۔ پروفیسر جوزف نے کہا تھا: میں باغ و بہار کو تو اپنی درسی کتابوں میں سب سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں اور اسے نایاب بھی نہیں ہونے دینا چاہیے[iv]۔

یہی وجہ ہے کہ ۳۰ ستمبر ۱۸۱۲ء کے سالانہ جلسہ میں جن کتب کی دوبارہ اشاعت کی منظوری دی گئی تھی اس فہرست میں "باغ و بہار" کا نام بھی شامل ہے۔ اس منظوری کے بعد ایل ایف سمتھ وہ پہلا شخص ہے جس نے اس ضمن میں کوشش کی اور جنوری ۱۸۱۳ء میں کالج کونسل کو باغ و بہار کے انگریزی ترجمہ اور اس کی اشاعت میں مدد کرنے کی درخواست کی۔ "وثائق فورٹ ولیم کالج" میں ایل ایف سمتھ کی اس درخواست کا تذکرہ ان الفاظ میں موجود ہے:

> "باغ و بہار کا پہلا ایڈیشن خاتمے کے قریب تھا اور کالج کے نصاب میں شامل ہونے اور عام طور پر مقبول ہونے کی وجہ سے اس کے نئے ایڈیشن کی اشاعت محسوس کی جا رہی تھی۔ چناں چہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اوّل ایل ایف سمتھ نے ۶ جنوری ۱۸۱۳ء کو کالج کونسل سے اس کتاب کی اشاعت میں مدد کرنے کی درخواست کی تھی۔ وہ اس کے اصل اردو کے ساتھ اس کا انگریزی میں لفظی ترجمہ بھی شائع کرنا چاہتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ان کا ارادہ وضاحتی نوٹ بھی شامل کرنے کا تھا۔ اس وقت کالج کونسل نے یہ تجویز ہندوستانی کے پروفیسر جوزف ولیم ٹیلر کو یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کیا یہ کتاب خاص طور پر درسی ضرورت کے لیے مفید ہو گی؟ بھجوا دی

> تھی۔اس پر ٹیلر نے کہا تھا کہ میں باغ و بہار کو تو اپنی درسی کتابوں میں سب سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں اور اسے نایاب بھی نہیں ہونے دینا چاہیے لیکن میں اس کے ترجمہ کو مفید نہیں سمجھتا۔اس ترجمے کی افادیت ان لوگوں کے لیے ہو سکتی ہے جنھوں نے کالج کی تعلیم سے استفادہ کرنے کا موقع نہیں ملتا۔اس بات کے پیش نظر کالج کونسل اس کی سرپرستی کر سکتی ہے۔ لیکن یہاں نصاب تعلیم میں شامل کرنے کے لیے مفید نہیں ہو گی۔ غرض اس رائے کی وجہ سے اس وقت یہ درخواست رد کر دی گئی تھی۔ [v]

الغرض جوزف ٹیلر کی رائے کی روشنی میں کالج کونسل کی طرف سے ایل ایف سمتھ کی درخواست مسترد کر دی گئی۔ سمتھ اس کا انگریزی ترجمہ تو ستمبر ۱۸۱۱ء میں ہی مکمل کر چکا تھا[vi] لہٰذا جب کالج کونسل نے اس کی اشاعت میں تعاون نہ کرنے کا عندیہ دیا تو ایل ایف سمتھ نے کلکتہ سے اسے اپنی مدد آپ کے تحت شائع کرا دیا۔انگریزی زبان میں "باغ و بہار" کے جتنے تراجم ہوئے ہیں ان میں سے ایل ایف سمتھ کا ترجمہ نہایت اہم ہے۔

ایل ایف سمتھ کی درخواست مسترد ہو جانے پر فورٹ ولیم کالج کے سابق سررشتہ دار منشی غلام اکبر نے کالج کونسل اور جوزف ٹیلر کی منشا کو جانتے ہوئے فروری ۱۸۱۳ء کو باغ و بہار کی دوبارہ اشاعت کی تجویز ایک عرضی کے ذریعے دی:

"خداوند نعمت دام اقبالہ

> نسخۂ باغ و بہار یعنی قصۂ چہار درویش برائے صاحبان متعلم نہایت مفید است و تمامت کتاب مذکور تخمینا دو صد و ہفتاد و ہفت فدوی می خواہد کہ نسخۂ مذکور را بچھاپہ خانۂ ہندوستانی بقالب طبع آورد۔
>
> از آن جا کہ تقطیع کتاب مذکور بدون اعانت و نوازش حضور بعید از مقدور فدوی است لہذا امیدوار تفضلات است کہ صد جلد کتاب مذکور فی صد صفحہ کلاں بموجب نمونۂ مرسولۃ الحضور بحساب شش روپیہ ہشت آنہ بسرکار دولت مدار خرید شود کہ باقبال بندگان از اجرت طبع دل جمعی حاصل ساختہ بتطبیع کتاب مصروف باشد
>
> زیادہ آفتاب دولت و اقبال تاباں و درخشاں باد!

عرضی فدوی غلام اکبر"[vii]

کالج کونسل نے اس عرضی کو بھی پروفیسر ولیم ٹیلر کو ان کی رائے معلوم کرنے کی غرض سے بھجوادیا۔ ٹیلر نے اس کے جواب میں کہا کہ میں تو مسٹر اسمتھ کی درخواست کے سلسلے میں اس کتاب کی اہمیت اور درسی افادیت پر پہلے ہی روشنی ڈال چکا ہوں اور کہہ چکا ہوں کہ اس کا دوبارہ چھپنا ضروری ہے۔ منشی غلام اکبر میں اس کام کی بڑی صلاحیت ہے۔اس پر کالج کونسل نے اپنے خط مورخہ ۷ افروری ۱۸۱۳ء میں حکومت سے اس کی سو جلدیں ۱۸۰۰ روپے میں خریدنے کی سفارش کی۔ حکومت نے کالج کونسل کے نام ۱۹ مارچ ۱۸۱۳ء کے اپنے خط کے ذریعے اس تجویز کی منظوری کی اطلاع دی۔[viii]

منشی غلام اکبر نے اس کتاب کو دوبارہ اشاعت کی غرض سے مدون کرنا شروع کیا اور یہ نسخہ ستمبر ۱۸۱۳ء بہ مطابق رمضان المبارک بروز جمعرات مکمل ہوا اور اسے ۲۰ ستمبر ۱۸۱۳ء کے سالانہ اجلاس میں پیش کیا گیا۔ "اینلز آف فورٹ ولیم کالج" میں ۱۸۱۳ء کی شائع شدہ کتب کی فہرست میں اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

> "A new edition of the Bagho Buhar, being a translation into the Hindoostanee Language, by Meer Ummun, of the celebrated Persian Tale, entitled Qissue Chuhar Durvesh, or the Tale of the Four Dervises, written by Umeer Khoosro. The present work has been edited by Moonshee Ghulam Akbar, under the Suprintendence of Captain Roebuck.[ix]"

۲۰ ستمبر کو فورٹ ولیم کالج میں سالانہ اجلاس منعقد کیا گیا تھا جس میں اس کتاب کو پیش کیا گیا۔ "اینلز آف فورٹ ولیم کالج" میں ۱۸۱۳ء کے سالانہ اجلاس میں پیش کی جانے والی کتب کی فہرست میں اس نسخہ کا نام شامل ہے لہٰذا اس سے بھی اس دعویٰ کو تقویت ملتی ہے کہ یہ نسخہ وہی ہے جسے غلام اکبر نے ۱۸۱۳ء میں ترتیب دیا۔

ان تمام ایڈیشنز میں سے ۱۸۱۳ء میں تھامس روبک(1781–1819) کی زیر نگرانی غلام اکبر کی نظر ثانی سے شائع ہونے والے ایڈیشن کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ایک تو یہ کہ اسی ادارے کے زیر انتظام شائع ہوا جس نے اسے پہلی دفعہ شائع کیا تھا۔ دوسرا یہ کہ تھامس روبک جیسے قابل محقق کی زیر نگرانی منشی غلام اکبر جیسے فاضل نے اس کی نظر ثانی کی لہٰذا اس ایڈیشن کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

اس مخطوطہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ اس وقت تک وہ پہلا خطی نسخہ ہے جو اگرچہ میر امن کے ہاتھ کا تو نہیں لیکن اسی فورٹ ولیم کالج کے زیر انتظام پروفیسر جوزف ٹیلر کی رائے اور پروفیسر تھامس روبک کی زیر نگرانی کالج کے سابق سر رشتہ دار نے ترتیب دیا اور ہندوستانی چھاپہ خانہ سے شائع کیا گیا۔ اس اعتبار سے یہ "باغ و بہار" کے موجودہ تمام نسخوں سے معتبر ہے۔ "باغ و بہار" کی مکمل اشاعت مختلف ادبی اور تاریخی کتب میں مختلف فیہ رہی ہے۔ نو دریافت نسخہ باغ و بہار ۱۸۱۳ کے مقدمہ میں اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اسے پہلے بار ۱۸۰۳ میں شائع کیا گیا۔ اس کا مقدمہ جو کہ غلام اکبر نے تصنیف کیا نہایت مختصر اور جامع ہے جس میں اس کی دوبارہ اشاعت کی غرض و غایت کا ذکر ہے جس کی تصدیق مختلف تاریخی اور ادبی کتب سے ہو جاتی ہے لیکن اس کا ذکر نہ تو رشید حسن خاں (1925-2006) نے اپنے مرتبہ نسخہ کے مقدمہ میں کیا اور نہ ہی مرزا حامد بیگ (پ: ۱۹۴۹) نے۔

"باغ و بہار" مرتبہ رشید حسن خان، مجلس ترقی ادب، لاہور سن ندارد ہے۔ "باغ و بہار" کا خطی نسخہ [روایت اول]، ہندی مینول، طبع اول [۱۸۰۴]، مرتبہ ڈنکن فاربس (1798-1868) اور مرتبہ مولوی عبدالحق تھے۔ اس میں رشید حسن خان نے ایک جامع مقدمہ لکھا جس کے آغاز میں انھوں نے "باغ و بہار" کو جدید نثر کا صحیفہ قرار دیا جو کہ غلط ہے کیوں کہ صحیفہ کا لفظ خاص معانی کے لیے وضع کیا گیا ہے اور تحقیق و تدوین کی زبان تشبیہ و استعارہ سے خالی ہوتی ہے۔ تدوین کے اصولوں میں سے اہم اصول یہ ہے کہ مصنف کا نظر ثانی شدہ نسخہ پر متن کی بنیاد رکھی جائے لیکن "ہندی مینول کو بنیادی نسخہ میں شامل کرنا رشید حسن خاں جیسے مدون و محقق کے لیے عجیب تر ہے۔ رشید حسن خاں مقدمہ باغ و بہار میں رقم طراز ہیں:

> "تدوین کے نقطہ نظر سے باغ و بہار کے تین نسخے قابل ذکر ہیں۔ زمانی ترتیب کے مطابق سب سے پہلے 'ہندی مینول' کا نام آتا ہے۔ جس میں اس کے ۱۰۲ صفحات پہلی بار شائع کیے گئے تھے۔ دوسرا نسخہ وہ ہے جو مکمل صورت میں پہلی بار ہندوستان پریس کلکتے میں چھپا تھا اور تیسرا نسخہ وہ ہے جسے ڈنکن فاربس نے مرتب کیا تھا۔ ضمنی طور پر اس کا ایک موخر نسخہ بھی قابل ذکر ہے جسے مولوی عبدالحق صاحب نے مرتب کیا تھا۔"[x]

رشید حسن خاں نے "باغ و بہار" کی تدوین کے لیے انڈیا آفس لائبریری لندن کا جو نسخہ منتخب کرنے کی تفصیل مقدمہ میں بیان کی وہ نہ تو خطی نسخہ ہے اور نہ ہی اس کا ترقیمہ موجود ہے۔۔ اس پر مرزا حامد

بیگ نے اسے حرف تنقید بنایا۔اس کے علاوہ یہ نسخہ نہ تو میر امن کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور نہ ہی مصنف کی تصدیق شدہ نقل ہے۔[xi]

رشید حسن خاں نے مقدمہ میں میر امن کے ہاتھ کے ایک خطی نسخہ'' گنج خوبی'' کا ذکر کیا اور اس کا عکس بھی ضمیمہ میں دیا(یہ عکس ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی کی مرتبہ گنج خوبی کے صفحہ ۴۲ پر دیا گیا ہے)اور اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ یہ دراصل ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی کی مدون شدہ کتاب سے لیا گیا ہے اور اس کا ذکر نہ کرنا تحقیقی اصولوں کے خلاف ہے۔مزید یہ کہ گنج خوبی کا نسخہ میر امن کے ہاتھ کی تحریر نہیں کیوں کہ جب اس کا موازنہ'' باغ و بہار'' کے نودریافت نسخہ ۱۸۱۳ سے کیا جاتا ہے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ ۱۸۱۳ سے بہت بعد میں لکھا گیا۔[xii] رشید حسن خاں نے میر امن کا تخلص''لطف'' بھی ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی کی پیروی میں دیا اور اسے بھی اپنی تحقیق گردانا۔بنیادی ماخذ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔جب یہ ثابت ہو گیا کہ گنج خوبی کا نسخہ بہت بعد میں تحریر کیا گیا تو اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ بعد میں کسی نے ان کے نام کے ساتھ لطف لکھ دیا۔گلکرسٹ اور ایل ایف سمتھ نے ان کا نام میر امن ہی تحریر کیا لہذا باقی بعد کی تحریفات ہیں۔

"باغ و بہار" مرتبہ از ڈاکٹر مرزا حامد بیگ جسے دوست پبلی کیشنز نے ۲۰۱۷ میں شائع کیا۔راقم مقالہ نے مرزا حامد بیگ کا سائنس بورڈ والا نسخہ خرید لیا تھا لیکن جب ڈاکٹر حامد بیگ صاحب سے فون پر بات ہوئی تو انھوں نے'' باغ و بہار'' کا دوست پبلی کیشنز والا نسخہ خریدنے کی تلقین کی اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس کے مقدمہ میں اضافہ کیا گیا ہے۔مرزا حامد بیگ نے اس نسخہ کے مقدمہ میں کئی ان باتوں کا ذکر کیا جن کا انھوں نے اسی مقدمہ میں ہی انکار کر دیا مثلاً ان کے ہاں میر امّن کا اصل نام میر امان علی تھا جب کہ وہ مقدمہ میں ہر جگہ خود میر امن ہی لکھتے ہیں۔[xiii] مرزا حامد بیگ نے میر امن کے نام کے حوالہ سے پہلی غلطی گلکرسٹ کی قرار دی۔فی الواقع گلکرسٹ سے غلطی تو ہوئی ہے لیکن غلطی کی نوعیت وہ نہیں جو ڈاکٹر حامد بیگ سمجھے۔گارسین دتاسی (GarcinDe Tassy) وہ پہلا محقق ہے جس نے اپنی تاریخ ادب[xiv] میں گلکرسٹ سے ہوئی اس غلطی کی درست نشاندہی کی۔گارسین کا اسلوب تحقیقی اور تجزیاتی ہے،وہ ہر لفظ کی تشریح و تفسیر کرتا ہے اور پھر معانی و مطالب اخذ کرتا ہے[xv] یہاں بھی اس نے یہی اسلوب اختیار کیا اور میر امن کے نام کے املا اور تلفظ کے لیے اس کا پورا تجزیہ کیا۔دتاسی لکھتے ہیں:

Mîr Amman \ de Dehli, connu, ainsi que le docteur Gilchrist nous l'apprend dans Hindee Manual,[xvi]

مذکورہ بالا اقتباس کا انگریزی اور اردو ترجمہ ملاحظہ کیجیے:

Mîr Amman \ of Dehli, known, as well as doctor Gilchrist teaches us in the Hindi Manual

"میر امّن دلّی والے ، جیسا کہ مشہور ہے، اور جیسا کہ گلکرسٹ ہمیں ہندی مینول میں سکھاتے ہیں۔"

گارسین دتاسی نے اپنی اس عبارت پر حاشیہ میں ایک پورا نوٹ لکھا ہے جس سے یہ پورا قضیہ سمجھ میں آجاتا ہے کہ اصل میں گلکرسٹ سے غلطی ہوئی کیا ہے۔ دتاسی حاشیہ میں لکھتے ہیں:

" امّن " c'est ainsi qu'on doit écrire ce nom , d'après Gilchrist et L. F. Smith -, mais comme il n'y a pas de taschdîd dans ce nom, lorsqu'il est écrit en caractères persans, on peut supposer qu'il faut lire "امن", qui signifie sécurité[xvii]

مرزا حامد بیگ نے گارسین دتاسی کی طرف میر امن کا نام "میر امان علی" منسوب کیا جو کہ صراحا غلط ہے۔ دراصل ایسا انھوں نے اس لیے کیا کہ وہ مرزا یاور علی کو میر امن کا بیٹا ثابت کرنا چاہتے تھے۔ مزید یہ کہ مرزا حامد بیگ نے ایک اور عجیب سا قیاس یہ کیا کہ میر امن کلکتے کے بعد لکھنو چلے گئے اور لکھنوی کہلائے۔[xviii]

ایک طرف وہ "دی یورپیینَ اِن انڈیا" از چارلس ڈوئلے و کیپٹن ٹامس ولیمز، مطبوعہ لندن ۱۸۱۳ " کا حوالہ دیتے ہوئے منشیوں کا علم محدود، قرآن کے لمبے لمبے اقتباسات سُنانے بھارت میں موجود چند فارسی کتب کے معمولی علم کا اعتراف کرتے ہیں[xix] اور اس کے ساتھ ہی میر امن کو میر امان علی بنا کر " ستہ

شمسیہ" جو ایک سائنسی کتاب ہے کا مترجم قرار دینے کا دعویٰ کرتے ہیں۔[xx] میر امن میں اگر "ستہ شمسیہ" جیسی کتاب کا ترجمہ کرنے کی صلاحیت ہوتی تو فورٹ ولیم کالج میں صرف اردو زبان پر کام نہیں ہو رہا تھا دیگر کئی موضوعات پر کتب لکھی جا رہی تھیں انہیں کسی اور کتاب کے ترجمہ و تالیف کا کام کرنے والی کمیٹی میں شامل کر لیا جاتا۔ دوسرا یہ کہ اہل، قابل اور ہمہ جہت شخصیات ہر دور میں اداروں کی ضرورت ہوتی ہیں اگر ان میں اتنی صلاحیت ہوتی تو ماتحت منشی کا عہدہ نہ دیا جاتا اور دوسرے منشیوں کے ساتھ انہیں کالج سے نہ نکالا جاتا۔ مزید یہ کہ مقدمہ (باغ و بہار از ڈاکٹر مرزا حامد بیگ) میں ہر جگہ "ستۂ شمسیہ" درج ہے یہ اصل کتاب پر لکھے عنوان کے مطابق نہیں کیوں کہ اصل کتاب پر کتاب کا نام "ستہ شمسیہ" درج ہے۔ "ستہ" عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب "چھے" ہے۔ یہ چھے جلدوں پر مشتمل کتاب تھی اس لیے اسے "ستہ شمسیہ" سے موسوم کیا گیا۔

اس تقابلی اور تحقیقی تجزیاتی مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ "باغ و بہار" کی پہلی بار مکمل اشاعت ۱۸۰۳ میں ہوئی۔ "باغ و بہار" کی دوسری اشاعت فورٹ ولیم کالج کے زیر اہتمام ہی ۱۸۱۳ میں منشی غلام اکبر نے تھامس روبک کی نگرانی میں کالج کونسل کی سفارشات پر مکمل کی۔ میر امن دہلوی کا اصل نام میر امن دہلوی (امن: بغیر تشدید کے) ہے جس کی طرف اشارہ گارسین دتاسی نے کیا۔ گلکرسٹ نے (Mir Amman) اور ایل ایف سمتھ نے (Meer Ummun) لکھا جس سے تاریخ نویسوں اور محققین کو غلط فہمی ہوئی۔ رشید حسن خاں دعوے سند کے بغیر قبول نہیں کرتے جب کہ مرزا حامد بیگ نے مقدمہ میں کئی جگہ پر قیاس سے کام لیا اور اصل ماخذ کو دیکھے بغیر نتیجہ اخذ کیا۔ جس کا نتیجہ کئی تسامحات کا دخول ہوا۔ چند تسامحات کے علاوہ یہ دونوں مقدمے اور نو دریافت نسخہ باغ و بہار ۱۸۱۳ کا مقدمہ، باغ و بہار اور میر امن سے متعلق کئی معلومات اور تحقیقات کی راہ فراہم کرتا ہے۔

حواشی:

i۔ فورٹ ولیم کالج تاریخ اور تحریک، ص 9

ii۔ "باغ و بہار" کا پہلا نامکمل حصہ کلکتہ سے جس کے ۱۰۲ صفحات تھے ۱۸۰۲ میں شائع کیا گیا اور گل کرسٹ کی سرپرستی میں مکمل حصہ ۲۶۹ صفحات پر مشتمل ۱۸۰۳ میں کلکتہ سے شائع ہوا۔ دوسرا غلام اکبر کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن ۲۰۶ صفحات پر مشتمل ۱۸۱۳ میں کلکتہ سے ہی شائع

کیا گیا۔ تیسرا ایڈیشن ۲۱۰ صفحات پر مشتمل ۱۸۲۴ میں کلکتہ سے ہی شائع کیا گیا،اس پر پنسل سے حاشیہ درج کیا گیا ہے۔
(جے ایف بلوم ہارٹ، کیٹالاگ آف ہندوستانی پرنٹڈ بکس ان دی لائبریری آف دی برٹش میوزیم،لانگ مین اینڈ کمپنی،۱۸۸۹،ص ۱۶۸،جن کے بالترتیب نمبر 14112.b.2, 14112.d.6, 14112.e.4, 14112.e.2)

iii۔ "لینگوئسٹک سروے آف انڈیا"میں" باغ وبہار" کے درج ذیل ایڈیشنز کا تذکرہ کیا گیا ہے:
۱۔ہندی مینول ۱۸۰۲ء۔۱۰۲ صفحات ۲۔باغ وبہار مکمل ۱۸۰۴ء ۳۔غلام اکبر ۱۸۱۳ء ۴۔۱۸۲۴ء ۵۔۱۸۳۲ء کانپور ۶۔کلکتہ ۱۸۳۴ ۷۔مدراس ۱۸۴۰ء ۸۔کلکتہ ۱۸۴۷ء ۹۔کانپور ۱۸۶۰ء ۱۰۔کلکتہ ۱۸۶۳ء ۱۱۔دہلی ۱۸۷۶ء ۱۲۔بمبئی ۱۸۷۷ء[گجراتی حروف میں] ۱۳۔کانپور ۱۸۷۸ء ۱۴۔دہلی ۱۸۸۲ء اس کے علاوہ اس کی اشاعتیں ہوتی رہیں۔
(Linguistic survey of india , vol 9 part 1 , pg 30)

iv۔ راجندر ناتھ شیدا،وثائق فورٹ ولیم کالج، نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، (2003ء)ص:۲۴۴

v۔ ایضاً،ص:۲۴۴

vi۔ دیکھیے ایل ایف سمتھ کا تحریر کردہ دیباچہ جس کے آخر میں اس نے یکم ستمبر ۱۸۱۱ء کی تاریخ ڈالی ہے۔البتہ انتساب جو کہ لارڈ منٹو کے نام ہے ،اس کے نیچے یکم اگست ۱۸۱۳ء کی تاریخ ڈالی ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگست ۱۸۱۳ میں طباعت کی غرض سے یہ نسخہ پریس میں چلا گیا تھا۔

vii۔ راجندرناتھ شیدا،وثائق فورٹ ولیم کالج، نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، (2003ء)ص:۲۴۵

viii۔ ایضاً

Ix۔ Thomas Roebuck,The Annals of The College of

Fort William, Calcutta, (1819) pg379

x۔ رشید حسن خاں (مرتب)، باغ و بہار، انجمن ترقی اردو ہند، نئ دہلی ۱۵، ۱۹۹۲

xi۔ مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر (مرتب)، باغ و بہار، اردو سائنس بورڈ، لاہور ۲۰۰۴، ص ۷۱

xii۔ اس دور کے رسم الخط میں مرکب آوازوں میں تفرق نہیں برتا جاتا تھا جیسا کہ ۱۸۱۳ کے نسخہ سے معلوم ہوتا ہے جب کہ "گنجِ خوبی" (ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی) کے عکس صفحہ 42 میں منھ، بھیجا، کچھ، کھا لکھا ہوا ہے، "باغ و بہار" مرتبہ رشید حسن خان کے صفحہ 711 پر عکس میں رکھے، پھیلا، رکھو، رکھتے اور دیکھنے صاف لکھا ہوا ہے۔ مخطوطہ ۱۸۱۳ میں کہیں بھی مرکب صوتیہ استعمال نہیں کیا گیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ کم از کم ۱۸۱۳ تک مرکب صوتیہ کا استعمال نہیں تھا۔ مخطوطہ ۱۸۱۳ میں دیکھنے کو "دیکہنی" ہاتھ کو "ہاتہہ" تھا کو "تہا" کبھو کو "کبہو" مجھ کو "مُجہہ" لکھا گیا ہے۔ "گنجِ خوبی" (ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی) کے عکس صفحہ 42 میں یائے معروف اور یائے مجہول کا فرق روا رکھا گیا ہے مثلاً کے، سے، اُنکی، لگتی اور رشید حسن خان کے عکس میں بزرگی، زندگی، کی، اُنکے، ہونے، رضامندی، خُشنودی، رکھتے، کسی صفائی، عرصے، دیکھنے سے سر بلندی درج ہے جب کہ مخطوطہ ۱۸۱۳ میں یائے معروف اور یائے مجہول کا خیال نہیں رکھا گیا مثلاً "ترجمہ کرکے" کو "ترجمہ کرکی"، سے کو "سی"، کے کو "کی" (ی کے نیچے دو نقطے بھی درج ہیں)، ہے کو "ہی"، اُس کے کو "اُسکی" درج ہے۔ "گنجِ خوبی" کے دیے گئے عکس میں "ک" اور "گ" کے فرق کو روا رکھا گیا ہے مثلاً "گنجِ خوبی" (ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی) میں اگر، کو، اُنکی، حاکم گورنر، گرم، لگتی اور "باغ و بہار" (رشید حس خان) میں بزرگی، زندگی، بزرگوار درج ہے۔ جب کہ مخطوطہ ۱۸۱۳ میں گل کرسٹ کو "کلکرست، گورنر کو "کورنر" رنگ برنگ کو "رنک برنک" گونگی کو "کونکی" درج ہے۔ جب کہ "ہے" کے لیے "گنجِ خوبی" اور مخطوطہ میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ گنجِ خوبی میں "ہی" درج ہے اور مخطوطہ میں "ہی" درج ہے۔ ان تمام مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ "گنجِ خوبی" (ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی) اور "باغ و بہار" (رشید حسن خان) میں دیا گیا عکس میر امن کے ہاتھ کا تو کجا ۱۸۱۳ سے بھی بہت بعد کا ہے۔

xiii۔ حامد بیگ مرزا، ڈاکٹر، (مرتب)، باغ و بہار، اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ص ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۹، ۲۸، ۲۶، ۳۰، اور ص ۵۷، ۵۶ ملاحظہ کیجیے۔

xiv۔ گارسین دتاسی (GARCIN DE TASSY) کی تاریخ ادب فرانسیسی زبان میں ہے
اس کا اصل نام Histoire De La Litterature Hindouie Et
Hindoustanie" اس کی پہلی اشاعت ۱۸۳۹ء میں بعد ازاں ۱۸۷۰ء میں گارسین نے
اس پر نظر ثانی کی اور اضافہ جات کے ساتھ دوبارہ شائع کی۔

xv۔ گارسین دتاسی، تمہیدی خطبات، ص ۱۸

xvi۔ Garcin de Tassy, Histoire De La Litterature Hindouie Et Hindoustanie", Paris 1839 pg 62

xvii۔ Garcin de Tassy, Histoire De La Litterature Hindouie Et Hindoustanie" Paris 1839 pg 62

xviii۔ حامد بیگ مرزا، ڈاکٹر، (مرتب)، باغ و بہار، اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ص ۵۸

xix۔ ایضاً، ص 22

xx۔ ایضاً، ص 34